ایک حدیث

محرومانِ بہشت

سننِ ترمذی میں سیدنا ابو بکر صدیق کی زبان سے ایک ارشادِ نبوی یوں منقول ہے:

لا یدخل الجنۃ خبٌ ولا بخیل ولا منان

دغاباز، کنجوس اور احسان جتانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ (ریاض السنۃ ص۵۱)

سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ دوزخ و بہشت ایسی چیزیں نہیں جن کا تعلق صرف مرنے کے بعد سے ہو اور دنیا کی موجودہ زندگی سے نہ ہو۔ زندگی ایک مسلسل جوئے رواں ہے جس میں بلا انقطاع ارتقائی تسلسل جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ ارادۂ الٰہی کے آغاز سے لے کر آج تک کھربوں سال میں اس انسان نے کتنے چولے بدلے ہیں اس کا علم خدا ہی کو ہے۔ ہم صرف سمجھنے کے لئے مولانا روم کی طرح کہہ دیتے ہیں کہ:

از جمادی مردم و نامی شدم	وز نما مردم بحیواں سر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم	پس چہ ترسم کہ مردم کم شوم

ورنہ یہ خدا ہی جانتا ہے کہ آج تک ہم نے کتنے چولے تبدیل کئے ہیں۔ تبدیل لباس کا یہ سلسلہ یہاں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ یہ مسلسل جاری رہے گا جیسا کہ آگے رومی کہتے ہیں:

حملۂ دیگر بمیرم از بشر	تا بر آرم از ملائک بال و پر
بارِ دیگر از ملک پراں شوم	آنچہ اندر وہم ناید آں شوم
پس عدم گردم عدم چوں ارغنوں	گویدم کانا الیہ راجعون

پچھلی دنیائیں ہمیں یاد نہیں لیکن موجودہ دنیا ہمارے سامنے ہے اور اسی سے ہم اندازہ لگاتے ہیں کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یعنی جو کچھ یہاں بو یا جائے گا وہ ارتقایافتہ شکل میں اُخروی زندگی میں پیش آئے گا۔ تخم ریزی یہاں ہوتی ہے بلکہ کچھ آثارِ شجرہ بھی یہاں ظہور پذیر ہو جاتے ہیں اور آنے والی دنیا میں وہی ارتقایافتہ شکل میں ہمارے سامنے آئے گا جس کی کیفیات کا ادراک ممکن نہیں بجز اس کے کچھ مثالیں دے کر سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

مثل الجنۃ التی وعد المتقون فیہا انھر من ماء غیر اٰسن ..... الخ

مختصر یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ کھیتی خواہ دوزخ کی ہو یا بہشت کی دونوں کا آغاز اسی دنیا میں ہو جاتا ہے

جنّت اور جہنّم دونوں یہیں سے شروع ہو جاتی ہیں اور کسی نہ کسی شکل میں ہر شخص اس دُنیا میں یا جنّتی زندگی گزار رہا ہوتا ہے یا دوزخی زندگی۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ ان دونوں متضاد عناصر میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جنّت میں جو بھی جائے گا اسے پہلے دوزخ سے گزرنا پڑے گا۔ وان منکم الا واردھا (ہر شخص کو جہنّم سے گزرنا ہوگا) یہ فرمانِ الٰہی صرف آخرت کے پلصراط سے متعلق نہیں بلکہ یہی قانون دنیوی زندگی کا بھی ہے۔ آزمائشوں کی جہنّم زار بھٹیوں سے گزرے بغیر یہاں بھی جنّتی زندگی کا حصول ناممکن ہے۔ امحسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین من قبلکم الخ، کیا تم سمجھتے ہو کہ گزشتہ اہلِ ایمان کی طرح ابتلاؤں سے گزرے بغیر ہی آرام سے جنّت میں داخل ہو جاؤ گے؟

جہنّم کے پگھلا دینے والے امتحان سے یہاں بھی گزرنا ہوگا۔ جو گزر گیا وہ ثم ننجّی الذین اتقوا کا مصداق ہوگا اور جو پھنس گیا وہ سیدھا قعرِ جہنّم میں جائے گا ونذر الظلمین فیھا جثیا۔ کون کس قسم کی زندگی گزار رہا ہے اور کون سا مآل اس کی نگاہوں کے سامنے ہے اس کا فیصلہ خود انسان کر سکتا ہے یا اس کا خدا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ابھی گزر رہا ہو اور اس کے متعلق کوئی حکم نہ لگایا جا سکتا ہو الاعتبار بالخواتیم۔ اور ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص جنّتی زندگی کی کیفیت ولذّت اٹھا رہا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرا شخص جہنّمی زندگی گزار رہا ہو۔

زیرِ نظر حدیث میں جن افراد کو محرومِ جنّت قرار دیا گیا ہے وہ محرومی صرف اُخروی جنت سے ہی محرومی نہیں بلکہ اپنی اس زندگی میں بھی اس کی نفسی کیفیات کو محرومیِ جنّت ہی سے تعبیر کیا جائے گا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ حاسد جب حسد کرتا ہے تو محسود کا تو کچھ نہیں بگڑتا مگر حسد کرنے والا خود ہی حسد کی آگ میں جل جل کر عذابِ جہنّم کا مزہ چکھتا رہتا ہے۔ یہ آگ اس کے جسم کو لگتی دکھائی نہیں دیتی لیکن احتراقِ دم اس کے اندر جو آگ سُلگا دیتا ہے وہ ایسی آتشِ سوزاں ہوتی ہے جو اس کے دل ودماغ کو ہر وقت جلاتی رہتی ہے۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ۔ یہ وہ خدا کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چھائی ہوتی ہے۔ جنت و دوزخ کی تشریح کے سلسلے میں امام محی الدین عربی نے دو شعر بڑے مزے کے لکھے ہیں۔ فرماتے ہیں:

النار ناران، نار کلھا لھبٌ — ونار معنیً علی الارواح تطّلع
وھی التی مالھا سفع ولا لھبٌ — لکن لھا الم فی القلب ینطبع
(فتوحاتِ مکیہ)

آگ دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ ہے جو سراپا مادّی شعلہ ہے اور دوسری معنوی آگ ہے جو روحوں پر چھا جاتی ہے۔ یہ وہ آگ ہے جس میں ظاہری شعلہ اور لپک نہیں ہوتی مگر وہ ایک ایسی قلبی اذیت ہوتی ہے جو چمٹی رہتی ہے۔

اسی پر قیاس کر لیجئے کہ حضورؐ نے دغاباز، کنجوس اور احسان جتانے والے کا جو انجام بیان فرمایا ہے وہ کتنی سچی حقیقت ہے۔ یہ انجام صرف آخرت سے متعلق نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی اس کا یہی حال اور یہی نفسی کیفیت ہوتی ہے کہ

بہ ظاہر ہر سامانِ عیش رکھنے کے باوجود بھی اس کی زندگی ایسی ہی بے مزہ ہوتی ہے جیسی محروم جنت شخص کی۔ مثال کے طور پر کنجوس کو لے لیجئے۔ وہ پیسے جمع کرتا جاتا ہے اور خرچ نہیں کرتا۔ اگر ایک ٹکا نکل جائے یا ضائع جائے تو اس کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔ ہر وقت ننانوے کے پھیر میں رہتا ہے۔ اس کی ہوس کبھی کسی مقام پر بھی آکر قرار نہیں پکڑتی بلکہ جتنا زیادہ ملتا جائے اسی قدر طلب بھی بڑھتی جاتی ہے۔ پھر ہر وقت یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ اس کی جمع پونجی پر کوئی آفت نہ آ جائے اور وہ اپنے قبضے سے نکل کر کسی اور کے قبضے میں نہ چلی جائے۔ اس کے علاوہ یہ سوچ سوچ کر اس کے سینے پر سانپ لوٹتا رہتا ہے کہ اگر ہم مر گئے تو معلوم نہیں کون اسے لے لے۔ کبھی سوچتا ہے کہ ہم نے اتنی جانفشانی سے یہ رقم جمع کی ہے اور ورثا مفت ہی میں لے جائیں گے۔ بعض اوقات ایسے لوگ مرتے دم تک کسی کو اپنی جمع پونجی کا پتہ نشان نہیں بتاتے۔ ان کی جان مرتے وقت بھی آسانی سے نہیں نکلتی۔ وہ اس حسرت میں مبتلا رہتے ہیں کہ ہائے ہم اس پونجی سے یا یہ پونجی ہم سے چھوٹی جا رہی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی زمانے میں بھی کسی کو اس کا پتہ چل جائے اور وہ اس پر قبضہ کر لے۔ غرض عجیب عجیب خطرات و اوہام آتشیں مخلوق یعنی جنوں کی طرح اس پر ہر آن مسلط رہتے ہیں۔ پھر اس کی ایک عجیب نفسی کیفیت یہ بھی ہوتی ہے کہ جب کسی کو کچھ خرچ کرتے دیکھتا ہے اس وقت اسے روحانی تکلیف ہونے لگتی ہے کہ یہ کیوں خرچ کر رہا ہے یا یہ کہ اے کاش یہ دھن خرچ کرنے کی بجائے ہمیں ہی دے دیتا تو ہمارے پاس اتنی رقم اور ہو جاتی۔ غرض اس کنجوس کی یہ نفسی کیفیات ایک ایسی آتشیں اذیت اور روحانی آگ ہوتی ہے جس میں وہ ہر وقت جلتا بھنتا رہتا ہے۔ اس کی قسمت میں جنتی سرور نہیں ہوتا۔ وہ اگر کسی انتہائی مجبوری میں اپنی ضرورت پر چار پیسے صرف کرتا ہے جب بھی اسے افسوس ہی ہوتا رہتا ہے کہ کاش کوئی ایسی سبیل ہوتی کہ یہ چار پیسے خرچ ہوئے بغیر ہی میرا کام چل جاتا۔ قرآن نے بھی ایسے شخص کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ ۵ الذی جمع مالا وعددہ ۵ یحسب ان مالہ اخلدہ ۵ کلا لینبذن فی الحطمۃ ۵ وما ادرٰک ما الحطمۃ ۵ نار اللہ الموقدۃ ۵ التی تطلع علی الافئدۃ ۵ .....

بربادی ہے (عیب چینی اور بدگوئی دوسروں کی) کرنے والے کے لئے جو دولت جمع کر کے اسے گنتا رہتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے (یا وہ اپنے مال کو) ہمیشہ باقی رکھے گا۔ ایسا نہیں۔ اسے حطمہ میں پھینک دیا جائے گا۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ حطمہ کیا چیز ہے؟ یہ خدا کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو دلوں کے اوپر چڑھ آتی ہے .....

یہ صرف بخیل اور کنجوس کا ذکر تھا۔ یہی صورتِ حال دغاباز اور احسان جتانے والے کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ وہ بھی جنتی زندگی اور بہشتی مسرتوں سے محروم ہوتا ہے۔ تشریح کسی دوسری صحبت میں کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

محمد جعفر